توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک مہینہ بھی بہت ہوتا ہے جو شخص اپنے مرنے سے ایک دن پہلے بھی توبہ کرلیگا اللہ تعالیٰ اُسکی بھی دُعا توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر فرمایا کہ ایک دن بھی بہت ہے جو شخص اپنے مرنے سے ایک ساعت پہلے بھی توبہ کرلیگا تو خدائے تعالےٰ اُس کی بھی توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر فرمایا ایک ساعت بھی بہت ہے جو شخص اُس وقت بھی توبہ کرلیگا جبکہ اُس کا دم یہانتک پہنچا ہوگا (اُس وقت اپنے دستِ مبارک سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) اُس وقت بھی خدائے تعالےٰ اس کی توبہ قبول فرمائیگا۔

کافی اور تفسیر عیاشی میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے اور آخر میں اتنا اور زیادہ ہے۔ کہ جو شخص ملک الموت کو دیکھنے سے پہلے بھی توبہ کرلیگا اللہ تعالیٰ اُسکی بھی توبہ قبول فرمائیگا۔ اور ایک روایت میں یہ وارد ہے کہ جب ابلیس راندۂ درگاہ کیا گیا ہے تو اُس نے عرض کی کہ تیری ہی عزت اور عظمت کی قسم میں فرزند آدم کو اُسوقت تک نہ چھوڑونگا۔ جبتک کہ روح اس کے جسم سے مفارقت نہ کرجائے۔ پروردگار عالم سبحانہٗ تبارک و تعالےٰ شانہٗ نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت و عظمت کی قسم میں بھی اپنے بندہ سے اُسوقت تک توبہ کو باز نہ رکھونگا جب تک کہ اُسکی سانس اُلٹی نہ چلنے لگے۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سانس یہانتک پہنچ جائے (اُس وقت حضرتؑ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے حلقوم کی طرف اشارہ فرمایا) اُس وقت عالم کیلئے تو توبہ نہیں ہے۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہ ہی حدیث منقول ہے مگر اُس کے آخر میں اتنا اور زیادہ ہے مگر جاہل کی توبہ اُس وقت بھی قبول ہو جائے گی

قول صاحب تفسیر صافی۔ اُس وقت عالم کی توبہ قبول نہ ہونیکا سبب غالباً یہ ہو کہ موت کی علامتیں دیکھ کر اُس کو زندگی سے مایوسی ہوہی جاتی ہے برخلاف جاہل کے کہ اُس کو جب تک غیب کی چیزیں نظر نہ آئیں اُس وقت تک بھی مایوسی نہیں ہوتی منجملہ ان الطاف کے جو خدائے تعالےٰ نے مبذول فرمائے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ روح قبض کرنے والے فرشتہ کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ شروع پاؤں کی انگلیوں سے کرے پھر سہج سہج اوپر کو چڑھتا جائے پھر صدر تک پہنچے اور آخر میں حلق تک تاکہ مرنے والے کو اس بات کی مہلت ملے کہ اپنا دل خدا کی طرف متوجہ کرے اور وصیت کرسکے اور فرشتہ کو دیکھنے سے پہلے ہی توبہ کرے اور صاحبانِ حقوق سے حقوق بخشوا سکے۔ اور خدا تعالےٰ کو یاد کرسکے۔ اور دم نکلتے نکلتے اُس کی زبان پر ذکرِ خدا رہے کہ اس صورت میں خاتمہ بالخیر ہونے کی اُمید ہے۔ خدائے تعالےٰ اپنے لطف و کرم سے سب مومنوں کو ایسی ہی موت نصیب کرے۔ آمین ثم آمین

تمام شد ضمیمجات پارۂ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمجات پارۂ پنجم (۵)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۲۹

کافی میں ہے کہ ابوحنیفہ سنیوں کے امام اعظم نے ابوجعفر محمد نعمان سے (جو مومن طاق کے نام سے مشہور تھے اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص صحابی تھے) دریافت کیا کہ آپ متعہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں آیا آپ اُس کو حلال جانتے ہیں؟ مومنِ طاق نے کہا کہ ہاں۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ پھر اس سے آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کو حکم دیں کہ وہ متعہ کیا کریں اور آپ کے لئے روپیہ کمایا کریں؟ مومنِ طاق نے فرمایا کہ جو افعال اور پیشے حلال ہوں یہ ضرور نہیں ہے کہ آدمی اُن سب کو کرے بھی اور ہر شخص کا ایک مرتبہ اور اُس کی ایک قدر ومنزلت ہے کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اپنی قدر ومنزلت کو بڑھائیں (نہ یہ کہ اپنی منزلت گھٹائیں) مگر ہاں ابوحنیفہ صاحب! ذرا یہ تو بتایئے کہ آپ کا قول نبیذ (شرابِ خرما) کے بارے میں کیا ہے؟ آیا آپ کے خیال میں وہ حلال ہے؟ ابوحنیفہ نے کہا جی ہاں حلال ہے۔ مومن طاق نے فرمایا پھر آپ کے لئے کیا چیز مانع ہے آپ اپنی جوروؤں اور بیٹیوں کو دوکانوں میں بٹھائیں اور ان سے نبیذ بکوائیں کہ وہ چھنا چھن آپ کے لئے روپیہ پیدا کیا کریں؟ ابوحنیفہ بولا یہ تو ترکی بترکی جواب دیا بلکہ آپ کا ہی تیر زیادہ نشانہ پر بیٹھا۔ پھر بولا کہ اے ابوجعفر سورۃ المعارج کی آیتیں متعہ کے حرام ہونے پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں۔ (ان آیتوں کے لئے دیکھئے صفحہ ۹۰۹ سطر ۲ تا ۵) اور جناب رسول خداؐ سے بھی متعہ کے منسوخ فرما دینے کی روایت آئی ہے۔ یہ سُنکر ابوجعفر یعنی مومنِ طاق نے فرمایا اے ابوحنیفہ (دروغگو را حافظہ نباشد) سورۃ المعارج مکّی ہے (یعنی اُس زمانہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ جناب رسولِ خداؐ مکۂ معظمہ میں تشریف فرما تھے) اور آیۂ متعہ مدنی ہے (یعنی اُس زمانہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ آنحضرتؐ مکۂ معظمہ سے ہجرت فرما کے مدینۂ منورہ میں آ بسے تھے تو بھلا بعد کی آیت کو پہلے والی آیت منسوخ کیونکر کرسکتی ہے) اور تمہاری روائیت شاذہ ردیّہ یعنی خراب ہے (جس کا راوی کوئی ایک آدمی مجہول الحال شخص ہو) اب ابوحنیفہ (چڑ کے) بولا کہ آیتِ میراث بھی تو متعہ کو منسوخ کرتی ہے (اس کا مطلب یہ ہے کہ زوجۂ منکوحہ میراث پاتی ہے اور ممتوعہ کو میراث نہیں ملتی تو گویا وہ زوجہ ہی نہیں) مومنِ طاق نے فرمایا کہ نکاح کا ہونا بغیر میراث کے یقیناً ثابت ہے۔ ابوحنیفہ بولا بھلا یہ آپ کہاں سے کہتے ہیں؟ مومنِ طاق نے فرمایا بھلا اگر کوئی مسلمان کسی یہودی یا نصرانی عورت سے عقد کرے پھر وہ مرد مرجائے تو اس کے بارے میں کیا کہتے ہو (آیا وہ عورت میراث پائیگی؟) ابوحنیفہ نے کہا۔ کہ وہ عورت تو اُس کی میراث نہیں پائے گی۔ مومنِ طاق نے فرمایا کہ دیکھو (تمہارے ہی قول سے) نکاح بغیر

میراث کے ثابت ہے (یعنی آیتِ میراث متعہ کو منسوخ نہیں کرسکتی) اتنی باتیں کرکے دونوں اپنی اپنی طرف چلے گئے۔ کافی میں ہے کہ عبداللہ ابنِ عمر لیثی جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت متعۃ النساء کے بارے میں کیا فرماتے ہیں امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اُسے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور اپنے نبیؐ کی زبان سے اُس کا اعلان کرا دیا ہے پس وہ قیامت تک کے لئے حلال ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بولا کہ یا حضرت آپ جیسا شخص یہ فرمائے حالانکہ عمر (ابن الخطاب) نے اس کو حرام کردیا اور اس سے ممانعت کردی۔ حضرتؑ نے فرمایا گو اُس نے ایسا ہی کیا ہو عبداللہ بولا۔ معاذ اللہ آپ اُس چیز کو حلال قرار دیں جسے عمر نے حرام قرار دیا ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاں تو اپنے صاحب عمر کے قول پر ہے اور میں جناب رسولِ خدا کے حکم کا قائل ہوں آؤ اس بات پر ہم اور تم مباہلہ کرلیں کہ جو کچھ جناب رسولِ خدا نے فرمایا وہ حق ہے اور جو کچھ تیرے صاحب نے بکا وہ باطل۔ راوی کہتا ہے کہ عبداللہ ابنِ عمر نے اسے قبول نہیں کیا بھاگ گیا۔ اُسی کتاب میں ہے کہ ابوحنیفہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کے بارے میں سوال کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ متعہ دو ہیں تو کون سے کی بابت سوال کرتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ میں متعۃ الحج کے بارے میں تو حضرت سے پہلے سوال کرچکا ہوں۔ اب متعۃ النساء کے بارے میں یہ فرمائیے کہ آیا یہ حق ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا سُبحان اللہ کیا تو کتابِ خدا نہیں پڑھتا کہ وہ فرماتا ہے:۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (ترجمہ کیلئے دیکھو صفحہ ۱۲۹ سطر ۴) ابوحنیفہ کہتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ واللہ گویا میں نے یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہ تھی۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص ہمارے دُنیا میں دوبارہ آنے پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ جانتا ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مضمون رجعت کے لئے دیکھو ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۹۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۱۳۸

تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے۔ کہ یہ آیت امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ اور حسنین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کو ہو کیا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں نہ تو علیؑ کا نام لیا اور نہ اہلبیتؑ کا ذکر فرمایا۔ فرمایا تم اُن سے یہ کہدو کہ خدا کی عادت ہی یہی ہے کہ نماز کا حکم تو نازل کیا مگر کہیں خدا نے دو یا تین یا چار رکعتوں کا نام ہی نہیں لیا۔ یہ جناب رسولخداؐ کا کام تھا کہ انہوں نے تفسیر کرکے لوگوں کو سمجھا دیا۔ اسی طرح حکم زکوٰۃ تو نازل فرمایا مگر خدا تعالےٰ نے کسی جگہ اس کا نام نہیں لیا کہ ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم دینا یہ جناب رسولِ خدا کا کام تھا کہ انہوں نے تفسیر کرکے لوگوں کو سمجھا دیا۔ اسی طرح حج کا حکم تو نازل فرمایا مگر یہ کہیں نہیں فرمایا کہ طواف سات مرتبہ کرنا یہانتک کہ جناب رسولِ خدا نے خود تفسیر فرما کے لوگوں کو سمجھا دیا۔ اسی طرح آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ

اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ نازل ہوئی اور یہ جناب علی مرتضےٰ اور حسنین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو جناب رسولِ خدا نے علی مرتضےٰ کے بارے میں فرمایا مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوۡلَاہُ ۔ (جس کا میں آقا اور مالک ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا آقا و مالک ہے) نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ (اے میرے صحابیو! اور اے میرے اُمتیو!) میں تم سب کو خدا کی کتاب اور اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ میں نے خدائے تعالےٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ان دونوں میں جُدائی نہ ڈالیو جب تک کہ انہیں حوض کوثر تک پہنچادے پس خدایتعالےٰ نے میری یہ درخواست قبول فرمائی۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو! تم میرے اہلبیتؑ کو تعلیم نہ دو اس لئے کہ وہ تم سے کہیں زیادہ عالم ہیں۔ نیز فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ تم لوگوں کو بابِ ہدایت سے کبھی ہرگز ہرگز باہر نہ کریں گے اور بابِ ضلالت میں کبھی داخل نہ کریں گے۔ اگر جناب رسولؐ خدا خاموش رہے ہوتے اور یہ نہ بتاتے کہ اُن کے اہلبیتؑ کون ہیں تو اُس وقت مناسب تھا کہ آلِ فلاں اور آلِ فلاں یہ دعوے اپنے لئے پیش کرتے اور بروایت عیاشی آلِ فلاں سے پہلے آلِ عباس اور آلِ عقیل زیادہ ہے۔ مگر اللہ نے تو اپنے نبی کی تصدیق کے لئے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمادی اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۳ سطر ۸) اس وقت علیؑ مرتضےٰ، حسنؑ مجتبےٰ، حسینؑ سید الشہداء اور فاطمہ زہرا یہ سب حضرات صلوات اللہ علیہم اجمعین جناب اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے گھر میں موجود تھے۔ جناب رسولِ خدا نے ان سب کو اپنی چادر کے نیچے لے لیا۔ اور پھر فرمایا کہ یا اللہ ہر نبی کے کچھ اہلبیتؑ اور گرامی منزلت لوگ ہوا کرتے ہیں اور میرے اہلبیتؑ اور گرامی قدر یہ ہیں حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ کیا میں آپ کے اہل بیتؑ سے نہیں ہوں فرمایا تمہارا انجام بخیر ہوگا۔ لیکن میرے اہلبیتؑ ہیں تو اور گرامی قدر ہیں تو یہی ہیں۔ (یہ حدیث طویل ہے لیکن بقدرِ ضرورت لے لی گئی ہے) نیز منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ کہ اسلام کی بنا کن کن چیزوں پر قائم ہے کہ جب اُن کو حاصل کرلیا جائے تو معاملہ ایسا صاف ہوجائے کہ اس کے بعد جن چیزوں کو نہ جانتے ہوں اُن کو نہ جاننا کچھ ضرر نہ پہنچاسکے۔ تو اُن حضرتؑ نے یہ فرمایا کہ پہلے تو اس بات کی شہادت کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ اُس کے رسولؐ ہیں پھر جو کچھ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں اُس کا اقرار کرنا اور مال میں سے زکوٰۃ واجب نکالنا اور اُس ولایت کا قبول کرنا جس کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے یعنی ولایت آلِ محمدؐ کا قبول کرنا اس لئے کہ جناب رسولؐ خدا نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو مرجائیگا اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانتا ہوگا وہ کفر کی موت مریگا۔ نیز خدائے تعالےٰ نے فرمایا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ تو پہلے اولی الامر جناب علی مرتضےٰ تھے پھر اُن کے بعد جناب حسنؑ مجتبےٰ علیہ السلام ہوگئے۔ پھر اُن کے بعد جناب حسین شہید کربلا علیہ السلام ہوئے پھر جناب علیؑ ابن الحسینؑ پھر جناب محمد ابن علی علیہما السلام ہوئے (پھر میں ہوں) پھر اسی طرح یہ سلسلہ

برابر چلا جائیگا۔ اس لئے کہ زمین کی صلاحیت بغیر امام کے ہو نہیں سکتی (یہ حدیث طویل ہے بقدر ضرورت لی گئی) معانی الاخبار میں بروایت سلیم ابن قیس الہلالی منقول ہے کہ کسی شخص نے جناب امیر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کم سے کم وہ بات جس سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے کیا ہے؛ فرمایا اس بات کا نہ جاننا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو کسی شخص کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر کس شخص کی ولایت فرض فرمائی ہے اور اپنی زمین میں اپنی حجت اور اپنی مخلوق کے نیک و بداعمال کا گواہ کس کو مقرر کیا ہے۔ سائل نے عرض کی۔ یا امیرالمومنین وہ کون ہیں فرمایا وہ ہیں جن کو خدائے تعالےٰ نے اپنی ذات اور اپنے نبی کے ساتھ ملا دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے :۔ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (ترجمہ کے لئے صفحہ ۱۳۰ سطر ۰ دیکھو) راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن حضرتؑ کے سر مبارک کو چوم لیا اور یہ عرض کی کہ آپ نے میرے لئے راہِ حق کو واضح کر دیا۔ میری فکر کو دُور کر دیا۔ اور ہر قسم کا شک جو میرے دل میں تھا اُسے دفع فرمادیا۔ الاکمال میں جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ البتہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو تو پہچان لیا یہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے؛ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ! وہ میرے بعد خلیفہ ہیں اور مسلمانوں کے امام ہیں کہ اول ان میں سے علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر علی ابن الحسینؑ پھر محمدؐ ابن علیؑ جو توریت میں باقر کے نام سے مشہور ہیں علیہم السلام اور اے جابرؓ! تم عنقریب اُن کو پاؤ گے۔ پس جب تمہاری اُن سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا۔ اُن کے بعد جعفر ابن محمد الصادق علیہ السلام ہوں گے۔ پھر موسےٰ ابن جعفر پھر علی ابن موسےٰ پھر محمد ابن علی پھر علیؑ ابن محمدؐ پھر حسن ابن علی علیہم السلام ہیں۔ پھر میرا ہمنام اور ہم کنیت اللہ کی زمین میں اللہ کی حجت اور اللہ کے بندوں میں اللہ کا بقیہ محمدؐ ابن الحسنؑ المہدی ہوں گے۔ یہ ابن الحسنؑ ابن علیؑ ہی وہ شخص ہونگے جن کے ہاتھوں پر خدائے تعالےٰ اس زمین کے مشرق و مغرب کو فتح فرمادیگا۔ اور یہی وہ ہیں جو اپنے شیعوں اور اپنے دوستوں سے اتنی مدت تک غائب رہیں گے کہ ان کی غیبت کے زمانہ میں ان کی امامت کا قائل سوائے اُس شخص کے اور کوئی نہ رہیگا جس کے قلب کا خدائے تعالےٰ نے امتحان لے چکا ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آیا اُن کے شیعہ غیبت میں بھی کچھ ان سے منتفع ہوں گے؟ فرمایا ہاں اُس کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ وہ لوگ اُن کی غیبت کے زمانے میں اُن کے نور سے روشنی حاصل کریں گے اور اُن کی ولائت سے نفع اٹھائینگے اسیطرح جس طرح آدمی سورج سے نفع اٹھایا کرتے ہیں۔ اگرچہ بادلوں نے اُس کو ڈھانپ رکھا ہو۔ اے جابرؓ! یہ خدائے تعالےٰ کے اسرار مکنونہ اور علوم مخزونہ میں سے ہے پس تم بھی اس کو پوشیدہ رکھنا سوائے ان لوگوں کے جو اس کے اہل ہوں۔ کتب متداولۂ معتبرہ میں اس معنی کی حدیثیں اس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احصا نہیں ہو سکتا۔ التوحید میں جناب امیرالمومنینؑ سے

منقول ہے کہ۔ اللہ کو اللہ ہی کے ذریعہ سے پہچانو اور رسولؐ کو رسالت کے ذریعہ سے اور اولی الامر کو امر بالمعروف اور عدل و احسان کے ذریعے سے۔ نیز علل الشرائع میں اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اُسکی اطاعت نہ ہونی چاہیئے اطاعت تو صرف اللہ کی ہو اور اُس کے رسولؐ کی اور والیانِ امر کی۔ اللہ نے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اس لئے دیا کہ وہ معصوم و مطہر ہیں وہ خدا کی نافرمانی کا حکم ہی نہ دینگے اور والیانِ امر کی اطاعت کا حکم اس لئے دیا کہ وہ بھی مثل رسولؐ معصوم و مطہر ہیں۔ وہ کبھی خدا کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۳۸

نہج البلاغہ میں خوارج کے ذکر میں ہے کہ جس وقت اُنہوں نے آدمیوں کے فیصلے سے انکار کیا تو یہ لفظ کہے کہ ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا تھا حالانکہ یہ قرآن سطروں میں لکھا ہوا ایک خط ہے جو دو دفتیوں کے مابین ہے اس کی کوئی زبان نہیں جو بولے۔ پس لابُد ہے کہ کوئی اس کا مطلب بیان کرنے والا ہو اور وہ مطلب بیان کرنے والے ہوں نہوں آدمی ہی ہونگے اور جب مخالف لوگوں نے ہم کو اس بات کی دعوت دی کہ ہم اپنے مابین قرآن کو حکم قرار دیں تو ہم ایسا گروہ تو تھے نہیں کہ جو کتابِ خدا سے روگرداں ہوں حالانکہ خدائے سبحانہٗ و تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۱۰) پس اللہ کی طرف رد کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم اُس کتاب سے فیصلہ چاہیں اور رسولؐ کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کی سُنّت پر عمل کریں۔ پس جب کتابِ خدا سے سچا سچا فیصلہ کیا جائے تو کتابِ خدا کے سمجھنے اور سمجھانے والے سب آدمیوں سے بہتر ہم ہیں اور جب سنّتِ رسول اللہ سے فیصلہ کیا جائے تو آنحضرت سے بھی سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہم ہی ہیں۔ نیز جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے عہد میں مالکِ اشتر سے فرمایا کہ جب معاملات تجھ پر مشتبہ ہوں اور طرفین کے بیان تجھے دقت میں ڈالیں تو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف رجوع کیجیو۔ اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے جن لوگوں کی ہدایت و ارشاد کو پسند فرمایا۔ اُنہیں یہ حکم دیا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ پس اللہ کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اس کی کتاب کے محکم حصے سے نتیجہ اخذ کیا جائے اور رسول کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اُن حضرتؐ کی ایسی سنّت سے نتیجہ اخذ کیا جائے جو جامعہ ہو متفرق کرنے والی نہ ہو مطلب یہ ہے کہ متفق علیہ ہو اختلاف کی اُس میں گنجائش نہ ہو۔ احتجاج طبرسی میں جناب امام حسین علیہ السلام کا ایک خطبہ ہے جس میں اُن حضرتؑ کے یہ الفاظ ہیں کہ تم لوگ ہماری اطاعت کرو۔ کہ ہماری اطاعت واجب ہے کہ وہ خدا و رسولِ خدا کی اطاعت سے ملا دی گئی ہے۔ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ نیز فرماتا ہے وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤی اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا (دیکھو صفحہ ۱۴۲ سطر ۷)

مگر جب تک تم میں وہ صفت نہ ہو جس کا ذکر اس طرح فرماتا ہے اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۱۱) اُس وقت تک تم سے ان احکام کی تعمیل نہ ہو گی۔ اس لئے کہ ایمان ہی وہ چیز ہے جو ان احکام کی تعمیل کراتا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۴۵

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب کسی گروہ میں سے ایک شخص سلام کرے تو وہ سب کی طرف سے سمجھا جائیگا اور اسی طرح ایک کا جواب دینا بھی سب کی طرف سے کافی ہو گا۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ چھوٹے مجمع کو بڑے مجمع کے مقابل سلام کی ابتدا کرنی چاہیئے اور سوار کو پَیدل کے پیادہ کو سلام کرنا چاہیئے اور جو لوگ خچر پر سوار ہوں اُنہیں لازم ہے کہ خر سواروں پر سلام کرنے میں سبقت کریں اور اسی طرح جو لوگ گھوڑوں پر سوار ہوں اُنہیں لازم ہے کہ خچر سواروں کو سلام کرنے میں ابتدا کریں۔ ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ کم سن کو کبیر السن پر اور راستہ چلنے والے کو بیٹھے ہوئے پر سلام کرنا چاہیئے ایک روایت میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ جب ایک گروہ دوسرے گروہ سے ملے تو کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں پر سلام بھیجیں اور جب ایک شخص تنہا کسی گروہ سے ملے تو وہ اکیلا اُس گروہ کو سلام کرے نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ تواضع یہ ہے کہ جو شخص تم سے ملے تم اُسے سلام کرو۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بخیل وہی ہے جو سلام کرنے میں بھی بخل کرے۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ اُس شخص کو زیادہ دوست رکھتے ہیں جو سلام کرنے میں ابتدا کرے۔
جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدائے تعالےٰ سلام میں افشاء کرنے کو دوست رکھتا ہے۔ (یعنی بآوازِ بلند سلام کرنے کو)

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ اس حدیث میں لفظ افشاء کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بھی تم سے ملے تم اُسے سلام کرو۔ خواہ وہ کوئی کیوں نہو۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین موقعے ایسے ہیں کہ اُن میں جمع کے صیغے سے جواب دینا چاہیئے گو مخاطب ایک ہی ہو۔ ایک تو چھینک کے موقع پر کہنا چاہیئے يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ (خدا تم پر رحم فرمائے) گو چھینکنے والے کے ساتھ کوئی اَور نہ ہو۔ دوسرے جب ایک شخص دوسرے کو سلام کرے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ یا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ۔ تیسرے جب کوئی شخص کسی شخص کے لئے دُعا مانگے تو بھی جمع ہی کے صیغے بولے مثلاً عَافَاكُمُ اللّٰهُ (اللہ تمہیں عافیت عطا فرمائے) گو وہ شخص اکیلا ہی ہو اُس کے ساتھ ظاہرا کوئی اور نہ ہو اس لئے کہ ہر شخص کے ساتھ اَور بھی ہوا کرتے ہیں۔ تصریح اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ ہر شخص کے ساتھ اُس کی حفاظت کرنے والے اور اُس کے اعمال نیک و بد لکھنے والے فرشتے موجود رہتے ہیں۔ اور سلام کا جواب بطریقِ احسن دینا یہ ہے کہ لفظ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

جواب میں بڑھا دے اور اگر خود سلام کرنے والے ہی نے وَرَحْمَةُ اللهِ بڑھا دیا ہو تو جواب دینے والا وَبَرَكَاتُهٗ اور بڑھا دے۔ اور یہ انتہا ہے یعنی اگر سلام کرنے والے نے وَبَرَكَاتُهٗ بھی کہا ہو تو جواب اتنا ہی دیا جائے۔ زیادہ نہ کہا جائے اس لئے کہ کافی میں بروایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام ایک گروہ کے پاس سے گزرے اُن لوگوں کو حضرتؑ نے سلام کیا۔ تو انہوں نے جواب میں عرض کیا علیك السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ وَرِضْوَانُهٗ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ ہمارے حق میں اُس سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ جتنا فرشتے ہمارے جد ابراہیم علیہ السلام کے لئے کہہ چکے ہیں انہوں نے اتنا ہی تو کہا تھا رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ (دیکھو صفحہ ۳۶۶ سطر ۲) روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے جناب رسولِ خدا سے عرض کی السلام علیک حضرتؐ نے جواب میں فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک اور شخص نے عرض کی السلام علیک ورحمۃ اللہ اُس کے جواب میں فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک تیسرے شخص نے عرض کی السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اُس کے جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا وَعَلَيْكَ اس شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے تو آپ نے نقصان ہی میں رکھا۔ خدائے تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا (دیکھو صفحہ ۱۴۵ سطر ۴) اس کی تعمیل کہاں ہوئی آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے میرے لئے بڑھانے کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی لہٰذا میں نے دوسرے حکم کی تعمیل کی جو اس کے آگے لکھا ہے أَوْ رُدُّوهَا اس کا مطلب یہ ہے یا ویسا ہی جواب دیدو چنانچہ میں نے ویسا ہی جواب دے دیا۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص السلام علیکم کہے تو اُس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص کہے سلام علیکم ورحمۃ اللہ تو یہ بیس نیکیاں ہوئیں اور جو شخص سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے تو یہ تیس ۳۰ نیکیاں ہوئیں۔ نیز اُنہی حضرت سے منقول ہے کہ مقیم کے لئے سلام کا خاتمہ مصافحہ پر ہونا چاہیئے اور مسافر کے لئے معانقہ پر بروایت اُنہی حضرتؑ کے جناب امیر المؤمنینؑ سے منقول ہے کہ اہلِ کتاب کو سلام کرنے میں تم ابتدا مت کرو اور جب وہ تم کو سلام کریں تو جواب میں اتنا کہہ دو وَعَلَيْكُمْ۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تین قسم کے آدمی سلام نہ کریں۔ ایک وہ جو جنازہ کے ساتھ جا رہا ہو۔ دوسرا وہ شخص جو نمازِ جمعہ کو جا رہا ہو۔ تیسرا وہ جو حمام میں ہو الخصال میں بروایت اُنہی حضرتؑ کے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ نہ یہود کو سلام کرو۔ اور نہ نصاریٰ کو نہ مجوس کو نہ بُت پرست کو اور نہ اُس کو جو شراب سامنے لئے بیٹھا ہو اور نہ اُسے جو شطرنج اور چوسر لئے بیٹھا ہو نہ ہیجڑے کو نہ ایسے شاعر کو جو پاکدامن عورتوں پر بہتان باندھے یا عیب لگائے اور نہ نماز پڑھنے والے کو اس لئے کہ نماز پڑھنے والا حسبِ منشائے آیت جواب سلام نہیں دے سکتا حالانکہ سوال کرنے والے کی طرف سے سلام کی ابتدا ہونا سنت ہے اور جواب دینے والے

کی طرف سے اُس کا جواب دینا واجب ہے۔ اسی طرح مسلمانوں سے سود لینے والوں پر سلام نہ کرو اور نہ اُس شخص پر جو پاخانہ میں بیٹھا ہوا ہو اور نہ اُس پر جو حمام میں ہو اور نہ اُس بدکار پر جو کھلے خزانہ بدی کرتا ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۱۵۰

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ جناب رسولؐ خدا مکہ معظمہ جانے کے ارادے سے مقام حدیبیہ تک تشریف لے گئے۔ جب قریش کو یہ خبر پہنچی تو اُنہوں نے خالد ابن ولید کو نو سو سوار دے کر آنحضرتؐ کے مقابلہ کے لئے بھیجدیا۔ یہ حضرتؐ سے آگے آگے رہتا تھا اور جہاں حضرتؐ مقام فرماتے وہاں یہ مقابلہ میں پہاڑ پر ٹھہرتا تھا۔ ایک دن راستہ میں کسی جگہ نماز ظہر کا وقت آگیا۔ بلالؓ نے اذان کہی اور جناب رسولؐ خدا نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ اُس وقت خالد ابن ولید نے یہ کہا کہ جب یہ نماز پڑھ رہے ہوں۔ اگر اُس وقت ہم اُن پر حملہ کردیں تو ہم حسب دلخواہ ان کو قتل و قید کرلیں گے۔ اس لئے کہ یہ لوگ نماز کو قطع نہیں کیا کرتے اور تھوڑی دیر میں ان کی دُوسری نماز کا وقت آیا چاہتا ہے جو ان کو اپنی آنکھوں کی روشنی سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ پس جب اُس نماز کو شروع کرینگے ہم اُن پر حملہ کردینگے۔ اُسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام یہ آیت لیکر نازل ہوئے جس میں صلوٰت الخوف کا حکم ہے۔ پس جناب رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب کے دو گروہ کردیئے کہ ایک تو مسلح ہو کر رُخ کرکے دشمن کی طرف کھڑا ہو گیا اور دُوسرے نے رسولؐ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی اور چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کی جگہ جاڈٹے اور وہ لوگ جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی وہ ادھر آئے اور جناب رسولؐ خدا کے ساتھ دُوسری رکعت اُنہوں نے پڑھی جس کو اپنی اول رکعت قرار دیا اور جب جناب رسولخدؐا تشہد کیلئے بیٹھے تو ان اصحاب نے کھڑے ہو کر اپنی دُوسری رکعت پڑھ لی پھر تشہد اور سلام کے بعد نماز کو ختم کیا۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے غزوۂ ذات الرقاع میں اپنے اصحاب کے ساتھ نماز خوف پڑھی اور وہ اس طرح کہ اپنے اصحاب کو دُو فرقوں میں بانٹ دیا۔ ایک فرقہ تو دشمن کے مقابل میں ڈٹا رہا۔ اور ایک گروہ آنحضرتؐ کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ جب آنحضرتؐ نے تکبیر کہی تو اُنہوں نے بھی تکبیر کہی۔ آنحضرتؐ نے جب الحمد اور سورہ قرأت کیا تو وہ چپکے سُنتے رہے پھر آنحضرتؐ نے جب سجدہ کیا تو اُنہوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر آنحضرتؐ تو باقاعدہ اپنی دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے اور ان لوگوں نے اپنی دُوسری رکعت الگ پڑھ لی اور جلدی سے سلام پھیرا اور اپنے ساتھیوں کے پاس دشمن کے مقابلہ میں جاڈٹے۔ اور اُن کے ساتھی آکر جناب رسولؐ خدا کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ پھر حضرتؐ نے وہ رکعت اُن کے ساتھ پڑھی پھر حضرتؐ نے تو تشہد پڑھا اور سلام پھیرا اور ان لوگوں نے کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت پڑھ لی۔ پھر ایک نے دوسرے کو سلام کرکے اپنا اپنا راستہ لیا۔ یہ بھی منقول ہے۔ کہ آنحضرتؐ سے نماز خوف کی ترکیب دریافت کی گئی تھی تو فرمایا کہ امام نماز کے لئے کھڑا ہو جائے اور اُس کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ آکر اُس کے

پیچھے کھڑا ہو جائے اور ایک گروہ اُسکے دشمن کے مقابل رہے۔ امام اُن لوگوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر کھڑا ہو جائے اور یہ بھی کھڑے ہو جائیں۔ ابھی امام تو حالتِ قیام ہی میں رہے کہ یہ جلدی سے اپنی دوسری رکعت ختم کر کے سلام پھیر کر چلے جائیں۔ اور دشمن کے مقابلہ میں اپنے ساتھیوں کی جگہ جائیں اور وہ وہاں سے آ کر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شریک ہو جائیں جسے پڑھ کر امام تو بیٹھ جائے اور یہ لوگ کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت ختم کریں پھر سلام کے بعد متفرق ہو جائیں۔

قول مترجم۔ چونکہ حالتِ سفر میں چار نمازیں تو دو رکعتی ہیں ان کا حکم تو آپ نے سن لیا اور مغرب کی نماز تین رکعتی ہے۔ اُس کا حکم یہ ہے کہ پہلا گروہ رکعت اولیٰ میں شرکت کرے اور دو رکعتیں جلدی سے پڑھ کر ختم کر دے اور دوسرے گروہ کی جگہ جا لے۔ اور دوسرا گروہ اُدھر آ کر دو رکعتیں امام کے پیچھے پڑھ لے اور ایک رکعت آخر کی اپنے طور پر ختم کرے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۵۵

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ السلام بڑے ہی مہمان نواز تھے اور اگر ایسا اتفاق ہوتا کہ جب اُن کے ہاں مہمان نہ آتے تو وہ اپنا دروازہ بند کر کے کنجیاں ساتھ لے کر مہمانوں کی تلاش میں دُور دُور نکل جاتے۔ ایک دن وہ جو اپنے گھر پلٹ کر آئے تو یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ مرد کی صورت کا ایک شخص گھر میں موجود ہے۔ اُس سے دریافت فرمایا کہ اے بندۂ خدا تو اِس گھر میں کس کی اجازت سے آیا؟ اُس نے تین مرتبہ جواب دیا کہ میں اس گھر میں اس کے حقیقی مالک کی اجازت سے آیا۔ اُس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام نے پہچانا کہ وہ جبرئیل امین علیہ السلام ہیں۔ پس وہ اپنے پروردگارِ عالم کی حمد بجا لائے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ کے پروردگار نے اپنے بندوں میں سے ایک ایسے آدمی کے پاس مجھے بھیجا ہے جسے اُس نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم مجھے اُسے بتا دو گے کہ وہ کون ہے؟ تا کہ میں بھی مرتے دم تک اُس کی خدمت کرتا رہوں حضرت جبرئیلؑ نے عرض کی کہ وہ آپ ہی ہیں۔ فرمانے لگے کہ یہ کیوں کس وجہ سے ایسا ہوا؟ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کی اس وجہ سے کہ آپ نے خود تو کوئی چیز کسی سے مانگی نہیں۔ اور جب کسی نے آپ سے کوئی چیز مانگی تو آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ تفسیر قمی میں بروایت اُنہی حضرتؑ کے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جن کے لئے ریگ بدلکر آٹا ہو گیا تھا۔ اور واقعہ اس کا یہ ہوا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے ایک دوست کے پاس جو مصر میں تھا آٹا قرض لینے گئے تھے وہ اپنے مکان پر نہ ملا اور انہیں یہ کچھ اچھا نہ معلوم ہوا کہ اپنے گدھے کو خالی لئے چلے آئیں۔ اس لئے اُس کی گونوں میں ریت بھر لیا اور جب اُسے گھر میں لے آئے تو شرم کے مارے گدھے کو حضرت سارہؑ کے پاس چھوڑا اور آپ اپنے حجرے میں جا کر سو رہے۔ حضرت سارہؑ نے جو کھول کر دیکھا تو گونوں میں ایسا عمدہ آٹا پایا جیسا اچھے سے اچھا ہو سکتا

سبب کہ پس انہوں نے روٹی پکائی اور کھانا حضرتؑ کے سامنے لاکر رکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم نے یہ روٹیاں کہاں سے بہم پہنچائیں۔ اُنہوں نے عرض کی اُسی آٹے سے پکائی ہیں کہ جو آپ اپنے مصری دوست کے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سُنکر فرمانے لگے کہ ہاں دوست کے ہاں سے تو ہے مگر یہ وہ مصری نہیں ہے اسی پر خدائے تعالےٰ نے اُن کو خلیل ہونیکا رتبہ عطا فرمایا۔ جس پر وہ خدائے تعالےٰ کی حمد وثنا بجالائے اور وہ کھانا کھایا۔ احتجاج طبرسی میں جناب رسولخداؐ سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک جزو یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ ابراہیم خلیل اللہ تو لفظ خلیل خلّت سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں فقر و فاقہ تو مطلب یہ ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام فقط اپنے پروردگار ہی سے حاجت رکھنے والے تھے سوائے اُس کے کسی سے کوئی حاجت نہ رکھتے تھے بلکہ اُس کے غیر سے مستغنی اور بے پرواہ و روگرداں رہتے تھے۔ اس کا پورا ثبوت اُس وقت مِلا جبکہ اُن کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا گیا اور اسی غرض سے منجنیق میں ڈالے گئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے جبرئیلؑ امین کو حکم دیا کہ جلد میرے بندے کی خبر لے۔ جبرئیل امینؑ آئے اور ہوا میں حضرت ابراہیمؑ سے ملے اور کہا کہ جو آپ کی ضرورت ہو وہ کام مجھ سے لیجئے۔ کیونکہ خدائے تعالےٰ نے مجھے آپ ہی کی نصرت کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بَلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ (بلکہ اللہ میرے لئے کافی ہے اور وہی سب سے اچھا کارساز ہے) میں اُس کے غیر سے کچھ نہیں چاہتا اور سوائے اُس کے اور کسی سے میری کوئی حاجت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اللہ نے اُن کا نام خلیل اللہ قرار دیا جس کے معنی ہیں۔ اللہ کا فقیر۔ اللہ کا محتاج اور اللہ کے سوائے کسی دوسرے سے غرض نہ رکھنے والا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جب اس کے معنی خلّت سے لئے جائیں تو خلیل وہ ہوا جو معنی و مقصود بطون سے واقف اور اسرار پر ایسا مطلع ہو کہ دوسرا ویسا مطلع نہ ہو تو اب اس کے معنی ہوں گے اُس شخص سے بھی واقف اور اس کے معاملات سے بھی آگاہ اور اس سے خدا کی تشبیہ اُس کی مخلوق سے لازم نہیں آتی (اس لئے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو اپنے امور و معاملات سے مطلع کرتا رہتا ہے جیسے کہ دوست اپنے دوست کو آگاہ کر دیا کرتا ہے) کیا تم نہیں سمجھے کہ دونوں معنی راست آتے ہیں یعنی اگر پورا پورا اُسی کی طرف متوجہ نہو تب بھی اُس کا خلیل نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک وہ اپنے اسرار پر کسی کو مطلع نہ کرے تب تک بھی وہ اُسکا خلیل نہیں ہو سکتا۔ عیون اخبار الرضا میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اس لئے اپنا خلیل مقرر کیا کہ اُنہوں نے اور کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ اور سوائے اللہ کے کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ علل الشرائع میں اُنہی حضرت علیہ السلام سے منقول ہے کہ زمین پر زیادہ سجدے کرنے کی وجہ سے خلیل اللہ کا خطاب پایا اور جناب امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب محمد مصطفےٰ اور آنحضرت کے اہلبیتؑ پر زیادہ درود بھیجنے کے سبب سے یہ خطاب پایا۔ اور جناب رسولؐ خدا سے مروی ہے کہ لوگوں کو کھانا کھلانے کے سبب سے اور راتوں کو ایسے وقت نماز پڑھنے سے جبکہ اور لوگ سوتے ہوں یہ خطاب

پایا۔ صاحبِ تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس معنی میں سب مشترک ہیں کہ وہ خدا کی رضا کے جویا تھے۔ اُس کے سوا کسی دُوسرے سے غرض نہیں رکھتے تھے۔ اور اُس کے ماسوا جو کچھ ہے اس سے مستغنی تھے، یہی وجہ ہے کہ خدائیتعالےٰ نے اُن کو اپنا خلیل قرار دیا۔ اور ایک روایت میں خلیل اللہ مقرر ہونے کی وجہ یہ وارد ہوئی ہے کہ ایک موقعہ پر فرشتوں میں آپس میں باتیں ہوئیں۔ ایک نے دُوسرے سے کہا یہ بات ہی کیا ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے تو اُن کو ماں کے پیٹ ہی سے خلیل قرار دے دیا تھا اور ملکِ عظیم وجزیل عطا کرنا (یعنی نبی اور رسول قرار دینا) ٹھان لیا تھا۔ خدائے تعالےٰ نے اُن فرشتوں کو وحی فرمائی کہ تم فرشتوں میں سے جو سب سے زیادہ زاہد اور تم میں سردار ہوں اُن کو اپنا معتمد علیہ قرار دے لو (کہ وہ جاکر ہمارے خلیل کا امتحان لیں کہ آیا ہم نے اُسے یوں ہی خلیل قرار دیا ہے یا اُس میں کوئی خاص بات بھی ہے) فرشتوں نے باہمی اتفاق سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو منتخب کیا۔ یہ دونوں ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایسے دن آئے جس دن ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ریوڑ سب جمع کئے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کے ہاں چار ہزار تو چرواہے تھے اور چار ہزار کتے جن میں سے ہر ایک کے گلے میں کُندن کا ایک ایک بھاری طوق پڑا ہوا تھا۔ اور چالیس ہزار بھیڑ بکریاں فقط دُودھ دینے والی تھیں۔ اور گھوڑے اور اُونٹ اتنے تھے کہ اُن کا علم خدا ہی کو ہے۔ پس یہ دونوں فرشتے اس مجمع کے ادھر اُدھر کھڑے ہوئے اور ایک نے بہت ہی دل لبھانے والی آواز سے یہ لفظ اپنے مُنہ سے نکالے۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ دُوسرے نے اُس کے جواب میں کہا رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دونوں اِن کلمات کو پھر دوہراؤ اور میرا آدھا مال لے لو۔ اُنہوں نے دوہرایا تو حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ تم دونوں ان کلمات کو پھر ادا کرو اور تم دونوں میرا مال بھی لے لو۔
اور میری اولاد بھی لے لو۔ اور میرا جسم بھی تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہے۔
اُس وقت کل آسمانوں کے فرشتے ایک زبان بول اُٹھے
کرم اسی کا نام ہے۔ کرم اسی کا نام ہے۔ اور
اُسی وقت ایک منادی کو عرش کی
طرف سے یہ کہتے سُنا کہ خلیل
وہی ہے جو اپنے خلیل
سے اس طرح
موافقت
رکھے +

تمام شد ضمیمہ جات پارۂ پنجم